محاسبۂ نفس

نفس کو نصیحت و ملامت

افادات امام غزالیؒ

اچھی طرح جان لو کہ آدمی کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے' جو اس کے اندر گھسا ہوا بیٹھا ہے۔ یہی نفس اسے برائی اور گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی نفس کے تزکیہ اور اسے راہ راست پر رکھنے کا کام آدمی کے سپرد ہوا ہے۔ پس اگر تم اپنے نفس کی خبر نہ لو گے تو وہ سرکش اور قابو سے باہر ہو جائے گا' اور پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ لیکن اگر تم اسے ملامت کرتے رہو گے تو وہ نفس لوّامہ بن جائے گا۔ بلکہ کیا عجب کہ رفتہ رفتہ نفس مُطمئِنہ بن جائے' اور ان بندگانِ الٰہی میں شامل ہو جائے جو اللہ سے راضی ہوں اور اللہ ان کو راضی کرے۔

دیکھو' کسی وقت بھی اس کو نصیحت اور ملامت کرنے سے غافل نہ رہو۔ بلکہ دوسروں کو نصیحت تب کرو جب پہلے اپنے نفس کو کر لو۔ تم ہمیشہ اس سے یوں کہتے رہا کرو:

اے نفس' ذرا انصاف کر! تو سمجھتا ہے کہ میں بڑا عقل مند ہوں' مگر تیرے برابر بے وقوف کوئی نہ ہوگا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں' اور تو بہت جلد کسی ایک میں جانے والا ہے۔ پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ ہر وقت ہنستا کھیلتا' دنیا میں مگن رہتا ہے؟

کیا تو نہیں جانتا کہ تیرے اوپر موت کا کٹھن وقت آنے والا ہے' آج ہو یا کل؟ جس موت کو تو دُور سمجھتا ہے' اللہ کے نزدیک وہ بہت قریب ہے۔ جس چیز کو آنا ہی ہے وہ قریب ہی ہے۔ کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ موت اچانک ہی آتی ہے۔ نہ کوئی خبر کرنے والا آتا ہے' نہ کوئی پیغام۔ یہ نہیں کہ دن کو آئے رات کو نہ آئے' یا رات کو آئے دن کو نہ آئے۔ یا بچپن میں آئے جوانی میں نہ آئے' جوانی میں آئے بچپن میں نہ آئے۔ موت تو کسی بھی سانس آ جائے گی!

پس تجھے کیا ہوا ہے کہ موت اتنی نزدیک ہے' مگر تو اس کی تیاری نہیں کرتا؟ حالانکہ'

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ (الانبیاء۲۱ : ۱ — ۳)

قریب آگیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت' اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس جو تازہ نصیحت بھی ان کے رب کی طرف سے آتی ہے اس کو بے تکلف سنتے ہیں اور کھیل میں پڑے رہتے ہیں' دِل ان کے (دوسری ہی فکروں میں) منہمک ہیں۔

ذرا سوچ ! تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت کیوں کر ہوتی ہے ؟ اگر تیرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ تجھے نہیں دیکھتا' تو پھر تو یقیناً کافر ہے۔ یا اگر یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے' اور پھر اس کی نافرمانی کرتا ہے' تو پھر تو سخت بے حیا ہے۔ اگر تیرا بھائی یا نوکر کوئی ایسی بات کرے جو تجھے بری لگے' تو تو کتنا غصہ کرتا ہے۔ پھر تجھے یہ جرات کیوں کر ہوتی ہے کہ اپنے رب کا غصہ مول لے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرے۔

کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ کے عذاب کو برداشت کرسکے گا ؟ ہرگز نہیں' یہ بات دل سے نکال دے۔ ذرا ایک گھڑی تیز دھوپ میں کھڑا رہ' یا اپنی انگلی آگ سے قریب کر' تجھے کچھ اپنی طاقت اور حوصلہ معلوم ہو جائے گا۔

کیا تو اس مغالطہ میں پڑ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا کریم اور غفور و رحیم ہے' اسے کسی کی اطاعت کی حاجت نہیں' وہ مجھے بخش دے گا۔ لیکن پھر اپنے دنیا کے کاموں کے لیے کیوں کوشش کرتا ہے' اور اس کے کرم پر نہیں چھوڑ دیتا ؟ جب کوئی دشمن تیرے درپے ہوتا ہے تو کیوں اس سے بچنے کے لیے تدبیر کرتا ہے ؟ تب کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجھے بچا دے گا ؟ جب کوئی دنیاوی کام روپے پیسے کے بغیر نہیں ہوتا' تو اس وقت تیرا دَم کیوں نکلتا ہے' اور کیوں اسے حاصل کرنے کے لیے ہزار بھاگ دوڑ کرتا ہے ؟ اس وقت کرمِ الٰہی پر تیرا اعتماد کہاں چلا جاتا ہے ؟ کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ دے دے گا' یا کسی بندہ کو بھیج دے گا کہ تیرا کام ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ہو جائے ؟ یا' کیا اللہ تعالیٰ صرف آخرت میں کریم ہے' دنیا میں نہیں ؟

اے نفس' تیرا نفاق اور جھوٹے دعوے بڑے ہی عجیب ہیں ! ذرا دیکھ' تیرا آقا دنیا کے بارہ میں فرماتا ہے : وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو (ھود ۱۱ : ۶)۔ اور آخرت کے بارہ میں فرماتا ہے : وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ۔ اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی

ہے (النجم ۵۳ : ۳۹)۔ گویا' تیرے دنیا کے رزق کی ذمہ داری تو اس نے اپنے اوپر لی ہے' اس کا مدار تیری سعی پر نہیں۔ ہاں' آخرت کو تیری کمائی پر منحصر کیا ہے۔ مگر تو اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کرتا ہے۔ جس چیز کی ذمہ داری اس نے لے لی ہے' اس پر تو تو پاگلوں کی طرح گرتا ہے' اور جس آخرت کو اس نے تیری سعی پر منحصر کیا ہے' تو اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اور اس کے لیے سعی کو حقیر سمجھتا ہے۔ یہ تو نشان ایمان نہیں! اگر زبانی ایمان معتبر ہوتا' تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں کیوں ہوتا؟

کیا تو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد تجھے بلا حساب لیے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یا تو بچ کر کہیں بھاگ سکے گا؟ ہرگز نہیں! اگر تو ایسا ہی سمجھتا ہے تو تیرے برابر کوئی جاہل نہیں' اور تو پکا کافر ہے۔ پھر کیا تو اس بات کو جھوٹ سمجھتا ہے کہ اللہ مرنے کے بعد تجھے اٹھا کھڑا کرے گا۔ اگر نہیں' تو پھر تو اس کی نافرمانی سے کیوں نہیں بچتا؟

اے نفس' ذرا انصاف کر! اگر ایک کافر ڈاکٹر تجھ سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں کھانا تیرے لیے مضِر ہے تو تو جی کڑا کر کے اسے چھوڑ دیتا ہے' اور صبر کرتا ہے' اگرچہ وہ بڑا لذیذ کھانا ہو۔ کیا انبیا کا کہنا' جن کو معجزات کی تائید حاصل ہوتی ہے' اور کتابِ الٰہی میں اللہ کا فرمان' تیرے لیے اتنا بھی وزن نہیں رکھتا جتنا ایک کافر ڈاکٹر کا قول۔ عقل اور علم کی کمی کے باوجود اس کی بات کا اثر تو ہوتا ہے' مگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے کہنے کا نہیں ہوتا۔

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ اگر ایک بچہ کہتا ہے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے' تو تو بغیر دلیل طلب کیے اور بغیر سوچے سمجھے' اپنے کپڑے اتار پھینکتا ہے۔ کیا انبیا کی متفقہ بات تیرے نزدیک اس نادان بچہ کی بات سے بھی کم وقعت رکھتی ہے؟ یا جہنم کی آگ' اس کی بیڑیاں' اس کے گرز' اس کا عذاب' اس کا زقوم' اور اس کے آنکڑے' اس کے سانپ' بچھو اور زہریلی چیزیں تیرے لیے ایک بچھو سے بھی کم تکلیف دہ ہیں؟ حالانکہ اس کی تکلیف زیادہ سے زیادہ ایک دن یا اس سے کم رہتی ہے؟ یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔ اگر کہیں جانوروں کو تیری حالت کا علم ہو جائے تو وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری دانائی کا مذاق اڑائیں۔

پس اے نفس' اگر تجھ کو یہ سب چیزیں معلوم ہیں' اور ان پر تیرا ایمان ہے' تو کیا بات ہے کہ تو عمل میں سستی اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے' حالانکہ موت کمین گاہ میں منتظر ہے کہ وہ بغیر مہلت کے تجھے اچک لے جائے؟ تو کس وجہ سے نڈر ہے کہ وہ جلد نہ آئے گی؟ اگر تجھے سو برس کی مہلت مل بھی گئی ہے' تو کیا تیرا خیال ہے کہ جس کو ایک گھاٹی طے کرنی ہے' اور وہ اس

گھاٹی کے نشیب میں اطمینان سے اپنے جانور کو کھلا رہا ہے، وہ کبھی بھی اس گھاٹی کو طے کر سکے گا ؟ تو نہیں جانتا کہ راستہ سفر کیے بغیر طے نہیں ہوتا، اور کام کیے بغیر انجام نہیں پاتا۔ ایسے شخص کے بارہ میں تیری کیا رائے ہے، جو علم حاصل کرنے کی غرض سے پردیس کا سفر کرے، اور وہاں کئی سال بیکار اور نکما بیٹھا رہے، اور نفس سے وعدے کرتا رہے کہ جس سال وطن واپس ہو گا سب علم حاصل کرے گا ؟ تو اس کی عقل پر ہنسے گا کہ یہ بھی عجیب شخص ہے ! سمجھتا ہے کہ ایک سال میں سارا علم حاصل ہو جائے گا، یا بغیر علم حاصل کیے توکل کی برکت سے قضا کا منصب ہاتھ آجائے گا۔

پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آخر عمر کی کوشش مفید ہو سکتی ہے، اور بلند درجات تک لے جا سکتی ہے، تو یہ کیسے معلوم کہ ابھی زندگی باقی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی آج کا دن تیری عمر کا آخری دن ہو۔ تو آج کے دن ہی سے تو اپنے کام میں کیوں مشغول نہیں ہوتا، اور "آج کل" "آج کل" کرنے کی کیا وجہ ہے ؟

کیا یہ وجہ ہے کہ تجھے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت مشکل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں محنت و مشقت ہے ؟ کیا تو اس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت تیرے لیے آسان ہو جائے گی ؟ ایسا دن تو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا، اور نہ پیدا کرے گا۔ جنت جب ملے گی، ہمیشہ ناگوار کام کرنے ہی سے ملے گی، اور ناگوار کام کبھی نفس کے لیے آسان نہیں ہو سکتے۔

سوچ تو سہی، کب سے تو روز وعدہ کرتا ہے کہ کل سے یہ کام کروں گا اور "کل" "کل" کرتے، ہر "کل" "آج" ہوتی گئی۔ جب آج ہی نہیں کیا، تو کل کیسے کرے گا ؟ تجھے معلوم نہیں کہ جو کل آ چکی ہے، وہ گزشتہ دن کے حکم میں ہے۔ جو کام تو آج نہیں کر سکا، کل اس کا کرنا تیرے لیے اور بھی مشکل ہے، تو اگر آج عاجز ہے تو کل بھی عاجز ہوگا۔

اس لیے کہ خواہش کی مثال ایک تناور درخت کی سی ہے، جس کو اکھاڑے بغیر چارا نہیں۔ اگر سستی کے باعث اسے آج نہ اکھاڑا، اور کل پر رکھا، تو اس کی مثال اس جوان کی سی ہے جس سے ایک درخت نہیں اکھاڑا گیا، تو اس نے اس کام کو دوسرے سال کے لیے ملتوی کر دیا۔ حالانکہ جتنا زمانہ گزرے گا، درخت کی جڑیں مضبوط ہوتی جائیں گی، اور اکھاڑنے والے کی کمزوری اور ضعف میں اضافہ ہوگا۔ جس کو جوان ہو کر نہیں اکھاڑ سکا، اس کو بڑھاپے میں کیا اکھاڑے گا ؟ سرسبز شاخ لچک رکھتی ہے، اور جھکائی جا سکتی ہے۔ جب سوکھ جائے گی، تو اس کا موڑنا ناممکن ہو جائے گا۔

پس اے نفس، اگر تو ان صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور سستی کرتا ہے، تو تجھے کیا ہوگیا ہے کہ اپنے آپ کو عقلمند سمجھتا ہے۔ اس سے بڑی حماقت اور کیا ہو سکتی ہے۔

غالباً تو یہ کہے کہ میں استقامت سے عمل اس لیے نہیں کر سکتا کہ لذت خواہشات کا حریص ہوں، اور تکلیف و مشقت برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر یہی بات ہے تو تو پرلے درجہ کا احمق ہے، اور تیرا عذر لنگ ہے۔ اگر تو لذت کا حریص ہے، تو ایسی لذت کیوں نہیں تلاش کرتا جو تمام آلائشوں سے پاک ہو، اور ابدالآباد تک کے لیے ہو۔ یہ نعمت تو جنت ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر تجھے لذت اور خواہش ہی عزیز ہیں، تو ان کی خاطر بھی تجھے نفس کی وقتی خواہشات کی مخالفت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ بسا اوقات ایک لقمہ کئی لقموں سے محروم کردیتا ہے۔

تیرا کیا خیال ہے اس مریض کے بارہ میں، جس کو طبیب کہے کہ صرف تین دن ٹھنڈا پانی مت پینا، تاکہ تندرست ہو جاؤ اور پھر زندگی بھر ٹھنڈے پانی کا لطف اٹھاؤ۔ اگر تم نے ان تین دنوں میں پیا، تو زندگی بھر اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ دھو لینا پڑے گا۔ اس وقت، سچ سچ بتلا، عقل کا تقاضا کیا ہے ؟ کیا وہ تین دن صبر کرے تاکہ زندگی آرام سے گزرے، یا اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھ سے تین دن صبر نہیں ہو سکتا، پھر تین سو دن، یا تین ہزار دن، برابر اس نعمت سے محروم رہے ؟ تین دن کی جو حقیقت پوری عمر کے مقابلہ میں ہے، وہ اس سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتی جو تیری پوری عمر کی ابدالآباد کی زندگی کے مقابلہ میں ہے۔ کیا تو کہہ سکتا ہے کہ خواہشات نفسانی کے ضبط کرنے کی تکلیف، طبقاتِ جہنم میں عذابِ نار سے زیادہ سخت اور طویل ہے ؟ جو شخص دنیا میں ایک معمولی تکلیف بھی برداشت نہیں کرسکتا، وہ آخرت میں عذابِ الٰہی کو کیسے برداشت کرے گا!

میں دیکھتا ہوں کہ تو دو وجہ سے اپنے نفس کو ڈھیل دیتا ہے۔ ایک کفرِ خفی، اور ایک صریح حماقت۔ کفرِ خفی یہ ہے کہ یومِ حساب پر تیرا ایمان کمزور ہے، اور ثواب و عقاب سے تو ناواقف ہے۔ اور صریح حماقت اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم پر غلط اعتماد ہے، اور اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ مہلت عذاب دینے کے لیے دیتا ہے، حالانکہ تو روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ جتنی تدابیر اور کوششیں ضروری ہوں وہ سب کرتا ہے۔

اسی جہالت کی وجہ سے احمق کا لقب تجھے رسول اللہؐ سے ملا۔ فرمایا کہ "عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے۔ اور احمق وہ ہے جس کا نفس اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔"

اے نفس، دنیا کی زندگی میں نہ کھو جا! اللہ تعالیٰ سے غلط امیدیں نہ باندھ! اپنی فکر آپ کر! اپنا وقت ضائع مت کر، کہ گنتی کے چند سانس تیرے پاس ہیں۔ ایک سانس جاتا ہے، اتنا ہی وقت کا خزانہ کم ہو جاتا ہے۔

جتنی مدت آخرت میں رہنا ہے، اسی قدر دنیا میں اس کی تیاری کر۔ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہے، اسی حساب سے تو دنیا میں کھانا، کپڑے اور لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ ان میں سے کسی چیز میں تو اللہ کے کرم پر تکیہ نہیں کرتا کہ وہ محض اپنے فضل سے، کپڑوں اور آگ کے بغیر، تجھے سردی سے بچالے گا، حالانکہ وہ اس پر قادر ہے۔ پھر کیا تیرا خیال ہے کہ دنیا کی سردی کے مقابلہ میں جہنم میں سردی کم ہوگی، یا تھوڑے دن رہے گی، یا کچھ کیے بغیر اس سے بچ جائے گا؟ نہیں، جہنم کی سردی توحید اور اطاعت کے بغیر نہیں جاتے گی۔ اللہ کا یہ کرم کیا تھوڑا ہے کہ تجھ کو جہنم سے بچنے کا طریقہ بتا دیا اور اس کے لیے سارا سامان مہیا کر دیا، جس طرح اون اور آگ کو پیدا کیا، تاکہ تو خود سردی سے اپنا بچاؤ کر سکے۔

تیری خرابی ہو اے نفس، جس طرح دنیا کے لیے تیاری کرتا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر آخرت کے لیے تیاری کر!

اے نفس، میں دیکھتا ہوں کہ تجھے دنیا سے محبت ہے، اور اس کی جدائی تجھ پر شاق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب و ثواب اور قیامت کے ہول سے غافل ہے۔ حالانکہ تو دنیا میں مسافر ہے، اور یہاں کی چیزیں سفر کرنے والوں کے ساتھ نہیں جاتیں۔ کیا تو گزرے ہوئے لوگوں کا حال نہیں دیکھتا؟ جن مکانوں میں رہنا ہی نہیں، وہ کیسے عالی شان بنائے، پھر چھوڑ کر چلے گئے۔ رہنے کی جگہ زمین کے اندر قبر ہے، اس کی فکر ہی نہ کی۔ شاید لوگوں کے درمیان عزت و مرتبہ کی محبت سے تیری آنکھوں پر چربی چھا گئی ہے؟ زمین پر سارے لوگ اگر تیری عزت کریں، تیری تعریف کے گن گائیں، اور تیرا کہا مانیں، پھر کیا تو نہیں جانتا کہ چند برس کے بعد نہ تو رہے گا، نہ یہ سارے لوگ۔ پھر ایک زمانہ آئے گا جس میں نہ تیرا ذکر رہے گا، نہ ان شخصوں کا جو تیرا ذکر کرتے تھے۔

اے نفس، موت نزدیک آگئی ہے، جو کرنا ہے اب کر لے۔ تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھے گا، نہ روزہ رکھے گا، نہ تجھ سے اللہ کو راضی کرے گا۔ زندگی کے یہ چند روز ہی ہیں، یہی تیرا سرمایہ ہے، اس سے تجارت کر لے۔ اکثر سرمایہ تو ضائع کر چکا ہے، اگر تمام عمر اس بربادی پر روئے تب بھی کم ہے۔ مردوں کا لشکر گھر کے باہر تیرا منتظر ہے۔ انھوں نے پکی قسم کھا رکھی ہے کہ تجھے ساتھ لیے بغیر نہیں ہلیں گے۔ یہ سب یہی تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمیں ایک

روز مل جائے کہ دنیا میں جا کر اپنے گناہوں کا تدارک کریں۔ تیرے پاس آج یہ ایک روز ہے، جو اگر تو بیچے تو یہ مردے تمام دنیا کے عوض بھی اسے خرید لیں، اگر ان کو قدرت ہو۔

اے نفس، تجھ کو ذرا شرم نہیں۔ اپنے ظاہر کو تو خلق کے لیے سنوارتا ہے، اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔ اے نفس، کیا یہ عقلمندی ہے کہ تو ہر روز اپنے مال کے زیادہ ہونے سے تو خوش ہو، مگر عمر کے کم ہونے کا کچھ غم نہ ہو۔ اے نفس، یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا بدل کوئی چیز نہیں، اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں۔

اے نفس، اب میری نصیحت مان، کہ جو نصیحت سے منہ پھیرتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے۔ اگر دل کی سختی نصیحت کے قبول کرنے میں مانع ہو، تو اس سختی کو تہجد گزاری اور آہ و نیم شبی سے دور کر، اور اقربا سے حسنِ سلوک اور یتیموں پر مہربانی و شفقت کر۔ یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ شاید اللہ نے دل پر مہر لگا دی، تو اپنے سے ناامید ہو جا۔ لیکن ناامیدی کفر ہے، اس لیے تو ناامید ہو نہیں سکتا، اور امید کی بھی کوئی صورت نہیں۔

تو اب یہ دیکھ کہ جس مصیبت میں تو مبتلا ہے اس پر تجھے غم ہوتا ہے کہ نہیں، کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے کہ نہیں۔ اگر گرتا ہے تو آنسو منبع رحمت ہے، اور ابھی امید کی جگہ باقی ہے۔ بس تو ارحم الراحمین کے سامنے فریاد کر، اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکوہ کر۔ اس لیے کہ تیری مصیبت بہت بڑھ گئی۔ اب کوئی راستہ اور ٹھکانہ اور بھاگنے کی جگہ اور فریاد کا سننے والا، اس عالی سرکار کے سوا کہیں نہیں۔ اس کے سامنے گریہ و زاری کر، اور دھاڑیں مار۔ وہ گڑگڑانے والوں اور رونے والوں پر رحم فرماتا ہے، اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اب، جب سب راستے بند ہو گئے، تو جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے، اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے۔ اس کی رحمت وسیع، اور اس کا کرم عام، اور اس کے عفو میں ہر خطا شامل ہے۔

(ماخوذ از احیاء علوم الدین، ج ۳: تدوین و ترجمہ، خ ۔ م)